چاروں طرف دیکھتی ہیں لیکن ہر بار ناکامی ہوتی ہے۔

وقت مسلسل گزرتا چلا جا رہا ہے۔ شدت کی اس گرمی میں پیاس بجھانے کے لیے سیّدہ ہاجرہ مشکیزے کا پانی خود بھی پیتی ہیں اور اپنے بیٹے کو بھی پلاتی ہیں۔ بھوک کے ازالے کے لیے روٹیوں اور کھجوروں پر ہی گزارا ہوتا ہے۔ انہیں اپنی بھوک اور پیاس سے زیادہ اپنے بیٹے کی بھوک و پیاس کی فکر ہے، اس لیے وہ خود حتی الامکان پانی، کھجوروں اور روٹیوں کی کم سے کم مقدار استعمال کرنے کی کوشش کرتی ہیں، تاکہ بیٹے کے لیے یہ سامان خورد و نوش زیادہ دیر تک باقی رہے۔ شدت کی اس گرمی میں پیاس سے گھبرا کر بچہ بار بار پانی پیتا ہے اور یوں مشکیزے میں موجود پانی مسلسل کم ہوتا چلا جاتا ہے۔ ویسے بھی مشکیزے کا پانی ہوتا بھی کتنا ہے! بالآخر پانی ختم ہوگیا۔ ابھی پانی کو ختم ہوئے چند لمحے ہی گزرے تھے کہ اسماعیل علیہ السلام کو شدید پیاس پھر سے ستانا شروع کر دیتی ہے۔ بی بی ہاجرہ بار بار کبھی چاروں طرف نظریں دوڑاتی ہیں کہ شاید امید کی کوئی کرن نظر آ جائے اور کبھی بیٹے کو دیکھتی ہیں جو پیاس کی شدت اور پانی نہ ملنے کی وجہ سے بلبلا رہا ہے۔ ایک شیر خوار بچہ شدید گرم ماحول میں اپنی قوت برداشت کو آخر کب تک برقرار رکھ سکتا تھا! سیّدہ ہاجرہ آزمائش کی اس گھڑی میں پریشان ضرور ہیں لیکن وہ اپنے رب سے مایوس بھی نہیں ہیں۔ ان کی یہ پریشانی انسانی فطرت کا تقاضہ ہے۔ اسباب کی دنیا بھی عجیب ہے۔ اسباب کو پیدا کرنے والی محض اللہ رب العالمین کی ذات ہے لیکن ان اسباب سے نفع اٹھانے کے لیے اللہ کا قانون صرف اسی فرد کے لیے مفید ثابت ہو سکتا ہے جو تلاش اسباب کی اپنی سی کوشش کر کے ان سے کام لے۔ چنانچہ اسی خیال کے تحت سیّدہ ہاجرہ بھی متحرک ہوتی ہیں۔ اچانک ان کے ذہن میں یہ خیال آیا کہ کیوں نہ پانی کو ادھر ادھر جا کر تلاش کیا جائے، اور پھر وہ بیٹے کو لٹا کر پانی کی تلاش میں نکلتی ہیں۔ اس سلسلہ میں وہ کبھی ایک طرف جاتی ہیں اور کبھی دوسری طرف۔ پانی کی تلاش کے لیے نکل کر وہ جب بھی کسی طرف جاتی ہیں تو ہر بار جلدی واپس آ جاتی ہیں کیونکہ بچے کی جان بھی خطرے میں پڑ چکی ہے۔ وہ ایک عجیب کیفیت اور کشمکش میں مبتلا ہو چکی ہیں۔ تلاش آب میں جانے کے لیے بچے کو چھوڑنے کو دل بھی نہیں کرتا اور اگر بچے کو لیے بیٹھی رہتی ہیں تو پانی کہاں سے لائیں؟ الغرض وہ پانی کے حصول کے لیے چاروں طرف دور تک گھوم پھر

تی ہیں لیکن پانی کو نہ ملنا تھا، سو کہیں سے بھی نہ ملا۔

وہ جگہ جہاں اسماعیل علیہ السلام لیٹے ہوئے تھے، وہاں سے کچھ دور ایک پہاڑی (جو بعد میں ''صفا ی پہاڑی'' کے نام سے مشہور ہوئی) نظر آ رہی تھی۔ وہ سوچتی ہیں: ''شاید اس پہاڑی کے اوپر چڑھ کر دیکھنے سے کسی طرف پانی کے آثار نظر آ جائیں یا کوئی انسان ہی نظر پڑے جس سے پانی کے صول میں مدد مل سکے۔'' اسی خیال کے تحت وہ دوڑتی ہوئی اس پہاڑی پر چڑھ کر چاروں طرف نظریں دوڑاتی ہیں لیکن پانی کے آثار بظاہر بالکل ناپید دکھائی دیتے ہیں۔ اس پہاڑی کے سامنے یک اور پہاڑی (مروہ کی پہاڑی) نظر پڑتی ہے۔ وہ پہلے تو تیزی سے اتر کر دوڑتے ہوئے بیٹے کے پاس پہنچتی ہیں، پھر اس کی بے چینی اور بے قراری کو دیکھ کر خود بھی بے چین ہو جاتی ہیں اور نہایت تیزی سے دوڑتے ہوئے اس دوسری پہاڑی پر جا چڑھتی ہیں۔ وہاں سے چاروں طرف دیکھنے سے بھی دور دور تک پانی کہیں بھی نظر نہیں آتا۔ ''پانی کہیں بھی نظر نہیں آ رہا، پتہ نہیں قدرت کو کیا منظور ہے؟'' ذہن میں یہ خیال آتا ہے اور پھر اسی کشمکش میں وہ صفا اور مروہ کی پہاڑیوں کے درمیانی راستے پر دوڑتی پھر رہی ہیں، لیکن پانی کہیں بھی دکھائی نہیں دیتا۔

آخر کار بلکتے ہوئے بچے کی پیاس اور بے چین ماں کی دوڑ دھوپ کو دیکھ کر رحمت الٰہی جوش میں آتی ہے، زمین کو حکم ملتا ہے کہ اسی مقام سے، جہاں بچہ لیٹا ہوا پریشانی کی حالت میں زمین پر ہاتھ پاؤں مار رہا ہے، فوراً ٹھنڈے اور میٹھے پانی کا ایک چشمہ جاری کر دے۔ حکم الٰہی کی فوراً تعمیل ہوتی ہے اور وہیں سے پانی کا ایک چشمہ جاری ہو جاتا ہے۔ اس وقت بی بی ہاجرہ ساتویں بار چکر لگا کر واپس آ رہی تھیں۔ جب وہ ادھر آئیں تو اچانک انہیں قریب سے ایک آواز سی آتی ہوئی محسوس ہوئی۔ انہوں نے دھڑکتے دل کے ساتھ اس طرف دیکھا جہاں اسماعیل علیہ السلام لیٹے ہوئے تھے۔ وہاں انہوں نے ایک عجیب منظر دیکھا، وہ یہ کہ ان کے لیٹے ہوئے بچے کے ارد گرد پانی پھیلا ہوا ہے اور ان کا شیر خور طفل نیم خاموشی سے ہاتھ پاؤں چلا رہا ہے۔ بچے کی حرکات سے یوں ظاہر ہو رہا تھا جیسے اس کی بے قراری ختم ہو گئی ہے۔ اس کی ہلکی پھلکی آوازوں سے بھی یہی محسوس ہوتا تھا گویا وہ خوش ہے۔ بی بی ہاجرہ دوڑ کر وہاں پہنچتی ہیں اور پھر سارا منظر دیکھ کر وہ خوشگوار طور پر حیران و ششدر رہ جاتی ہیں۔ پانی

پر ایک نظر ڈالتے ہی سارا منظر دیکھ کر وہ خوشگوار طور پر حیران و ششدر رہ جاتی ہیں۔ پانی پر ایک نظر ڈالتے ہی سارا معاملہ ان کی سمجھ میں آ جاتا ہے —— اسماعیل علیہ السلام کے پاؤں کے بالکل قریب سے ایک چشمہ ابل رہا ہے۔ یہ سارا منظر دیکھ کر ان پر جو کیفیت طاری ہوئی، وہ اہل ایمان خواتین کے لیے قندیل راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ پانی ملنے کی اس خوشی میں وہ اپنے مالک —— اللہ مالک الملک کو نہیں بھولتیں بلکہ فوراً سجدے میں گر کر اس کی قدرت کے اس کرشمے پر شکر بجا لاتی ہیں۔ سجدے سے اٹھ کر انہوں نے دوبارہ پانی کی طرف دیکھا۔ چشمہ مسلسل ابل رہا تھا اور پانی اردگرد بہت تیزی سے پھیلتا چلا جا رہا تھا۔ انہوں نے جلدی سے اسماعیل علیہ السلام کو اٹھا کر چوما اور گلے سے لگا لیا، پھر انہیں پانی سے کچھ قدموں کے فاصلے پر لٹا کر چشمے کے پانی کو مزید پھیلنے سے روکنے کے لیے پانی کے اردگرد چھوٹے چھوٹے پتھر اور پتھریلی مٹی کی ایک منڈھ باندھ دی۔ پانی زمین سے مسلسل ابل رہا ہے۔ مسرت و شادمانی کے اسی عالم میں بی بی ہاجرہ نے پانی کو ''زم زم'' کہہ کر پکارا جس کا مطلب ہے ''ٹھہر جا، ٹھہر جا'' ادھر اللہ کا حکم بھی آ گیا اور پانی اسی وقت ٹھہر گیا۔ بعد میں وہ چشمہ ''زم زم'' کے نام سے ہی مشہور و معروف ہو گیا اور تا قیامت اس چشمے کی اسی نام کے حوالے سے شناخت موجود رہے گی، ان شاء اللہ! بی بی ہاجرہ پہلے اسماعیل علیہ السلام کو پانی پلاتی ہیں اور پھر خود بھی پیتی ہیں۔ پانی پی کر انہیں اس پانی کی عجیب خاصیت محسوس ہوئی۔ وہ یہ کہ اس پانی سے ماں، بیٹا دونوں کی پیاس بھی بجھ رہی ہے اور وہ غذا کا کام بھی دے رہا ہے۔ ابھی کچھ ساعت ہی گزرتی ہے کہ چاروں اطراف سے مختلف نوع کے پرندے اڑانیں بھرتے ہوئے اس طرف آنا شروع ہو جاتے ہیں۔ وہ اڑتے ہوئے آ رہے ہیں، ان میں سے کچھ چشمے کے اردگرد بنی ہوئی منڈیر کے اوپر بیٹھتے جا رہے ہیں اور پھر اڑ کر چشمے میں ڈبکی لگاتے ہوئے اپنی پیاس بھی بجھا رہے ہیں اور جسم کو بھی ٹھنڈک پہنچا رہے ہیں۔ جبکہ کچھ سیدھے ادھر آتے ہی پانی پینا شروع ہو جاتے ہیں۔ شاید دور دراز کے علاقوں کے ان پرندوں کو پانی کی خوشبو پہنچ گئی تھی جسے محسوس کر کے وہ اڑتے ہوئے اس طرف آ کر اس پانی سے اپنی پیاس بجھا رہے ہیں۔

وہ چشمہ آج بھی ''زم زم'' کے کنویں کی صورت میں موجود ہے۔ ہر سال حج پر جانے والے لوگ

اس بابرکت پانی کو خود بھی خوب سیر ہو کر پیتے ہیں اور اپنے ساتھ اپنے وطن بھی لے جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کو بی بی ہاجرہ کی یہ دوڑ دھوپ ایسی پسند آئی کہ رہتی دنیا تک کے لیے اپنے بندوں کو حکم دے دیا کہ ہاجرہ کی تقلید میں صفا اور مروہ کی پہاڑیوں کے درمیان دوڑتے ہوئے چکر لگائیں۔ اس طرح آپ کا یہ عمل دین کے ایک اہم رکن —— حج کا باقاعدہ حصہ بنا دیا گیا۔ چنانچہ آج بھی ہر سال حج کے موقع پر اللہ کے لاکھوں بندے صفا اور مروہ کے درمیان دوڑتے ہوئے ''سعی'' کرتے ہیں۔ یوں بی بی ہاجرہ کی یاد تازہ ہو رہی ہے اور قیامت تک ہوتی رہے گی۔

بی بی ہاجرہ کا یہ بے مثال کردار ہر فرد کے لیے زبردست طور پر متاثر کن ہے۔ پوری تاریخ انسانیت میں رضائے الٰہی پر صبر و رضا، حب مادر اور خلوص و ایثار کے حوالے سے یہ واقعہ منفرد ہے۔ اس پورے واقعے میں بی بی ہاجرہ کا کردار سراسر پیکر تسلیم و رضا والا ہے، جس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ اگر چہ یہ واقعہ وحی الٰہی اور دو برگزیدہ انبیاء علیہم السلام کی ذات ہائے گرامی سے بھی منسلک ہے، لیکن اس میں بحیثیت انسان بالعموم اور بحیثیت ماں بالخصوص بی بی ہاجرہ کا کردار نہایت متاثر کن ہے۔ بلند مرتبت ماں نے مشکل کی گھڑی میں اپنے خالق و مالک پر بھروسہ کیا، اسی کو مسبب الاسباب سمجھا اور اس آزمائش کا خندہ پیشانی سے سامنا کیا۔ جس سے وہ اللہ تعالیٰ کے حضور سرخرو ہو گئیں۔ یہ ایک صالح و دین دار اور صابرہ ماں کا بے مثال کردار تھا، جس کی تقلید ماؤں کے لیے مصائب و مشکلات میں ان کی نوعیت کے مطابق آج بھی نہ صرف ممکن ہے بلکہ نتائج کے اعتبار سے بہتر اور نفع بخش بھی ہے۔

۲

ام موسیٰ علیہ السلام کا شاندار کردار

فرعون اپنے دربار میں تخت پر بیٹھا ہوا ہے، ایک نجومی آتا ہے اور فرعون کو جھک کر سلام کرنے کے بعد مخاطب ہو کر کہتا ہے: ''اے بادشاہ! مجھے پچھلی رات کو ستاروں کی گردش سے معلوم ہوا ہے کہ بنی اسرائیل کے خاندان میں عنقریب ایک لڑکا پیدا ہونے والا ہے جو بڑا ہو کر آپ کا تاج و تخت الٹ دے گا۔ اس لیے ابھی سے پیش بندی کر لیجیے، مبادا کہ بعد میں زیادہ نقصان ہو جائے۔ میں نے اپنی

حد تک آپ کی خیر خواہی چاہتے ہوئے نہایت غور و فکر کیا ہے۔ مجھے کچھ سجھائی نہیں دیا کہ حفظ ماتقدم کے طور پر کیا کیا جا سکتا ہے؟ اس لیے آپ خود اپنے وزیروں اور مشیروں کی صلاح سے کوئی قدم اٹھائیں!"

فرعون یہ سن کر بدحواس و بے چین سا ہو جاتا ہے۔ کبھی اٹھتا ہے، کبھی بیٹھتا ہے۔ وہ اب دیوانہ وار تدابیر سوچنے لگتا ہے۔ حقیقت میں اس کا دن کا چین اور راتوں کی نیند اڑ جاتی ہے۔ کئی راتیں صحیح طرح سو بھی نہیں سکا۔ شدت کی اس بے چینی میں وہ خود بھی سوچ و بچار کرتا رہتا ہے اور کئی دنوں تک اپنے وزراء و مشیران سے بھی اس کے صلاح مشورے ہوتے رہتے ہیں۔ آخر کار ایک ترکیب اس کے ذہن میں آئی کہ بنی اسرائیل کے خاندان میں جتنے بچے پیدا ہوں، ان کو قتل کروا دیا جائے۔ اس ترکیب سے اس نے اطمینان کا سانس لیا۔ تب اس نے اپنے ایک وزیر کو حکم دیا کہ بنی اسرائیل کے گھروں پر پہرہ لگا دیا جائے، مخبروں کا ایسا نظام تشکیل دیا جائے کہ بنی اسرائیل کے جس گھر میں لڑکا پیدا ہو، اس کی اطلاع فوری طور پر ہمیں مل جایا کرے تاکہ اسے قتل کروا دیا جائے۔ اس نے حکم دیا کہ اس حکم پر فی الفور عمل درآمد کروایا جائے۔ چنانچہ وزیر نے اپنے مشیروں سے مشورہ کے بعد مخبری کا ایک ایسا نظام تشکیل دیا، جس کی رو سے بنی اسرائیل کے گھروں پر زبردست پہرہ لگ گیا۔ یوں زبردست قتل عام شروع ہو گیا۔ بنی اسرائیل میں جو لڑکا بھی پیدا ہوتا، اسے سرکاری کارندے قتل کر دیتے۔ کسی کو مجال نہ تھی کہ اس نادر حکم کے خلاف آواز بھی اٹھا سکے۔ فرعون کا ظلم و ستم پہلے بھی جاری تھا لیکن اس حکم کے بعد جبر و استبداد اور ظلم و ستم کا ایک نیا دور شروع ہو گیا۔ بچوں کے اس قتل عام سے ان بچوں کے والدین اور عزیز و اقارب کے دلوں پر کیا گزرتی ہو گی؟ فرعون کو اس کی بالکل کوئی پرواہ نہ تھی۔ بنی اسرائیل تو پہلے ہی فرعون کے ظلم و ستم سے نیم جان ہو چکے تھے، رہی سہی کسر فرعون کے اس انتہائی ظالمانہ نئے حکم نے نکال دی۔

اپنی سلطنت اور نام نہاد خدائی بچانے کے لیے یہ سب انتظام و انصرام "اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی" کہنے والا فرعون کر رہا تھا لیکن یہ ایک انسان — اور پھر انسان بھی وہ جو اپنے خالق و مالک کا باغی اور سرکش بن چکا تھا — کی کوششیں تھیں، اللہ مالک الملک اور الٰہ العالمین کی مشیت کچھ اور تھی۔

فرعون کی طرف سے اسی قتل عام کے دوران میں بنی اسرائیل کے ایک گھر میں ایک بچہ پیدا ہوتا ہے۔

بچے کا نام موسیٰ (علیہ السلام) رکھا جاتا ہے، وہی موسیٰ (علیہ السلام) جو بڑے ہو کر بہت بلند مرتبت پیغمبر بنتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ بہت ڈرتی اور گھبراتی ہیں کہ نہ جانے کب ظالم فرعون کے کارندے آئیں اور ننھے موسیٰ علیہ السلام کو لے جا کر قتل کر دیں۔ ام موسیٰ علیہ السلام بہت سوچتی ہیں کہ بچے کو کہاں چھپاؤں؟ بچوں کے پیدا ہونے سے ماں باپ اور دیگر عزیز و اقارب کو کس قدر خوشی ہوتی ہے! لیکن بنی اسرائیل کے ہاں اس وقت معاملہ ہی کچھ اور بن چکا ہے۔ ان کے ہاں جب بچہ پیدا ہوتا تو ان پر رنج والم کی گھٹا چھا جاتی۔ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی بھی یہی کیفیت تھی۔ ایک طرف مصر کے یہ حالات بنے ہوئے تھے تو دوسری طرف یہ تمام حالات قدرت کی نگاہ میں بھی تو تھے۔

آخر اللہ رب العالمین کو ام موسیٰ (علیہ السلام) کی پریشانی پر ترس آیا، ان کی طرف آسمان سے وحی آئی کہ تم اپنے بچے کی پرورش بے خوف ہو کر کرو۔ جب تمہیں ان کے قتل کی سازش یا ایسے حالات محسوس ہوں تو بے دھڑک ہو کر ان کو ایک صندوق میں رکھ کر اس صندوق کو دریائے نیل میں ڈال دینا اور مت گھبرانا، ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں اور دوبارہ بحفاظت تمہارے بچے کو تمہیں لوٹا دیں گے، ہم نے تو اس بچے کو اپنا رسول بھی بنانا ہے۔

اس سے ام موسیٰ (علیہ السلام) کو اطمینان ہوا اور ان کا ڈر اور بے چینی دور ہو گئی۔ اس کے باوجود وہ ماں تھیں! ان کے یہی احساسات اور جذبات تھے کہ اپنے خوبصورت بچے کو کس دل سے صندوق میں رکھ کر دریا میں بہائیں؟ پھر ان کی جدائی کیسے برداشت ہوگی؟ بچہ صندوق میں کیسے زندہ رہے گا، اس کی کون خبر لے گا؟ یہ وساوس بار بار پیدا ہوئے مگر وہ اللہ کی نیک بندی اور سچی مسلمان خاتون تھیں، چنانچہ اللہ کے وعدے اور اس کی رضا پر بھروسہ کرتے ہوئے وہ مطمئن ہو گئیں اور نہایت سکون واطمینان سے بچے کی پرورش کرتی رہیں۔ ایک دن انہیں خطرہ محسوس ہوا تو اللہ کا نام لیکر اس کے بھروسے پر اپنے لخت جگر کو صندوق میں رکھ کر دریا میں ڈال دیتی ہیں۔ دریا میں ڈال کر پھر ماں کی ممتا جوش میں آئی اور وہ بے چین ہو جاتی ہیں۔ یہ مادری محبت کا تقاضہ تھا ورنہ انہیں اللہ کے وعدے پر پورا بھروسہ تھا۔ چنانچہ دل کو سنبھال کر پھر مطمئن ہو جاتی ہیں۔ صندوق آہستہ آہستہ تیرتا ہوا دور

سے دور تر ہوتا چلا جا رہا ہے۔ بالآخر اس قدر دور چلا جاتا ہے کہ نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے، پھر وہ گھر کو لوٹ آتی ہیں۔ دن گزرتے جا رہے ہیں۔ اب وہ اس انتظار میں ہیں کہ پردہ غائب سے کس امر کا ظہور ہوتا ہے؟

دریائے نیل اپنے جوبن پر ہے۔ دریا کے کنارے فرعون کے کئی محل بنے ہوئے ہیں، جن میں فرعون آیا جایا کرتا اور بیٹھ کر دریا کی سیر کیا کرتا تھا۔ ایک روز فرعون اپنے ان محلات میں سے ایک محل میں اپنی ملکہ کے ہمراہ بیٹھا دریا کی سیر کر رہا تھا کہ اچانک دونوں کی نگاہ بیک وقت اس صندوق پر پڑی، جس میں ام موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنے بیٹے کو لٹا کر دریا کے سپرد کیا تھا۔ دونوں حیران ہیں کہ یہ کیا چیز ہے جو بہتی چلی آ رہی ہے؟ جب صندوق کافی قریب آ جاتا ہے تو انہیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ تو صندوق ہے۔ فرعون ایک خادم کو حکم دیتا ہے کہ اس صندوق کو پکڑ لاؤ۔ خادم جا کر صندوق کو دریا میں سے نکال کر لے آتا ہے۔ صندوق کھولا جاتا ہے تو سب حیرانی سے دیکھتے ہیں کہ اس میں تو ایک خوبصورت بچہ لیٹا مسکرا رہا ہے۔ ہر کوئی بچے کو دیکھ کر اس کی خوبصورتی سے متاثر ہو جاتا ہے۔ کسی بدبخت نے فرعون کو مشورہ دیا کہ یہ بچہ بنی اسرائیل کے خاندان کا ہو سکتا ہے، قتل کے ڈر سے کسی نے صندوق میں رکھ کر دریا میں بہا دیا ہے، اس لیے اسے فوراً قتل کروا دیجئے، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ بڑا ہو کر آپ کی حکومت و بادشاہی کے لیے خطرہ بن جائے! ملکہ اس امر کی مخالفت کرتی ہے۔ اس نے بچے کو اٹھا کر اپنے ساتھ لپٹا لیا اور فرعون سے کہا:

”اے بادشاہ! یہ تو بڑا پیارا بچہ ہے۔ کیوں نہ ہم اسے اپنا بیٹا بنا لیں تا کہ یہ ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بن جائے اور زندگی میں ہمارے کسی کام آئے۔ اس لیے اسے قتل نہ کیجئے۔“ فرعون کچھ دیر سوچتا رہا، بالآخر اس نے ملکہ کی بات مان لی۔

چنانچہ بچہ فرعون کے محل میں پرورش پانے لگتا ہے۔ بچے کے لیے دائی کا انتظام کیا جاتا ہے۔ ایک دائی منگوائی گئی لیکن بچے نے اس کی گود کو قبول نہیں کیا اور رونے لگا۔ اس پر ملکہ نے بچے کو خود اپنی گود میں لے لیا اور دوسری کسی دائی کو بلانے کو کہا۔ دوسری دائی آئی لیکن بچہ اس کے پاس ں نہ ٹھہرا۔ حتیٰ کہ پانچ چھ دائیاں آئیں لیکن ہر کوئی ناکام رہی، محل کی کنیزوں اور دائیوں سمیت سب عورتیں

حیران ہیں کہ کیسا انوکھا بچہ ہے! سب کا تاثر یہی ہے کہ ایسا بچہ اس سے قبل دیکھنے میں نہیں آیا۔ اسی طرح کرتے کرتے تین دن گزر جاتے ہیں —— آخر کار اللہ کا وعدہ پورا ہوتا ہے —— ام موسیٰ (علیہ السلام) اپنے بیٹے کو صندوق میں ڈال کر دریا کے سپرد تو کر آئیں، اللہ کے وعدے پر بھی انہیں پورا پورا بھروسہ تھا، لیکن ان کو عجیب بے کلی سی لگی ہوئی تھی، یہ ماں کی ممتا تھی۔ اگر اللہ تعالیٰ ان کے دل کو نہ سنبھالتا تو عین ممکن تھا کہ وہ اپنے دل کا سب حال ظاہر کر دیتیں۔ اللہ نے انہیں دل کا سکون عطا کیا اور وہ خاموشی سے اللہ کی رحمت کی منتظر رہیں۔

ام موسیٰ علیہ السلام نے ایک روز اپنی بیٹی سے کہا: ''اے بیٹی! اللہ تعالیٰ نے مجھ سے موسیٰ (علیہ السلام) کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے اور یہ بھی کہ تمہارا بیٹا تمہارے پاس بخیر وعافیت واپس آئے گا۔ مجھے اپنے رب کے وعدہ پر پورا ایمان ہے کہ وہ سچا ہے۔ بالیقین وہ زندہ وسلامت ہوگا۔ تم جا کر تلاش تو کرو کہ وہ صندوق کس طرف گیا ہے؟'' اس پر موسیٰ علیہ السلام کی بہن صندوق کی تلاش میں دیکھتی بھالتی اور ٹوہ لگاتی ہوئی فرعون کے محل میں جا پہنچی، وہاں اسے کچھ باتوں کی آواز سنائی دی۔ وہ وہیں کھڑی ہو کر کان لگا کر ان باتوں کو سننے کی کوشش کرنے لگی۔ جلد ہی اسے محسوس ہو گیا کہ یہ آواز کچھ عورتوں کی باہمی گفتگو کی ہے۔ وہ عورتیں موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ہی گفتگو کر رہی تھیں۔ بالآخر ان عورتوں یعنی ملکہ کی کنیزوں وخادماؤں کی گفتگو سے موسیٰ علیہ السلام کی بہن کو یقین ہو گیا کہ میرا بھائی اسی محل میں ہے۔ اس پر وہ آگے بڑھی، تھوڑا سا مزید آگے گئی تو اس نے دیکھا کہ ایک جگہ پر کچھ کنیزیں آپس میں باتیں کر رہی ہیں۔ ان کے چہروں سے پریشانی عیاں ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے آگے بڑھ کر کہا کہ آپ کچھ پریشان سی لگ رہی ہیں، کیا بات ہے؟ پہلے تو انہوں نے اسے کم عمر سمجھ کر نظر انداز کر دینا چاہا لیکن اس کے اصرار پر اسے ساری صورت حال بتا دی۔ یہ سن کر موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے کہا: ''میں اسی شہر میں ایک بہت اچھی دائی کو جانتی ہوں۔ مجھے امید ہے کہ وہ اس بچے کے حق میں مفید ثابت ہوگی۔ اگر آپ کہیں تو میں اسے بلا لاؤں، آپ اسے بھی آزما لیں۔''

لیکن وہ عورتیں مایوسی کے عالم میں رضامند نہ ہوئیں۔ اڑتے اڑتے یہ خبر ملکہ کے کانوں میں بھی پہنچی۔ اس نے موسیٰ علیہ السلام کی بہن کو بلا کر کہا کہ تم نے تھوڑی دیر قبل ان کنیزوں سے جس دائی کا ذکر

کیا ہے، اسے بلا لاؤ۔

موسیٰ علیہ السلام کی بہن خوش خوش گھر گئی اور اپنی والدہ کو لیکر محل میں آ گئی۔ ایک خادمہ نے جیسے ہی بچے کو ان کی گود میں ڈالا، وہ ان سے ایسے لپٹ گئے جیسے مدت سے جان پہچان تھی۔ آخر وہ اپنی والدہ سے مانوس کیوں نہ ہوتے! یہ دیکھ کر فرعون، ملکہ، درباری، کنیزیں اور وہ عورتیں جو بطور دایہ بلائی گئی تھیں ـــ سب حیران و ششدر رہ گئے۔ اس پر فرعون نے کہا کہ یہ ضرور اس کی ماں ہے، جبھی تو بچہ اس سے اس قدر مانوس ہو گیا ہے۔ ام موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ''اے بادشاہ! دراصل بات یہ ہے کہ میں بہت صاف ستھری رہتی ہوں اور میرے بدن سے ایسی خوشبو مہکتی ہے کہ ہر بچہ میرے پاس آ جاتا ہے اور خوش رہتا ہے۔'' فرعون کا ناقص انسانی ذہن اصل حقیقت کی تہہ تک پہنچنے میں ناکام رہا اور اس نے ام موسیٰ علیہ السلام کی بات پر یقین کر لیا۔ اس نے بچے یعنی موسیٰ علیہ السلام کو دو سال تک پرورش کے لیے معقول معاوضہ پر ان کی والدہ کے حوالے کر دیا اور وہ خوش خوش اپنے بیٹے کو لیکر اپنے گھر میں آ گئیں اور اللہ کا شکر ادا کیا۔ یوں اللہ کا وعدہ سچا اور پورا ہو کر رہا۔ دو برس کے بعد وہ اپنے عزیز بیٹے (موسیٰ علیہ السلام) کو اس یقین سے واپس فرعون کے محل میں پہنچا آئیں کہ اللہ نے ان کے بیٹے کو رسول بنانے کا جو وعدہ کیا ہے، وہ بھی پورا ہو گا۔ یوں موسیٰ علیہ السلام اسی فرعون کے محل میں شہزادوں کی طرح پرورش پانے لگے، جو بعد میں اللہ کی ربوبیت اور موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا انکار کر کے موسیٰ علیہ السلام کے تعاقب میں مشیت الٰہی سے دریائے نیل میں غرق ہو گیا۔

ام موسیٰ علیہ السلام کی بامقصد حیات کا یہ باب آج بھی ماؤں کے لیے درس عمل اور نصیحت کا درجہ رکھتا ہے کہ اگر اللہ پر ہی بھروسہ کیا جائے تو پھر وہ اپنے بندوں کے لیے کافی ہے، حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ!

۳

بیٹے کے انجام کے بارے میں دین پسند ماں کی فکر مندی

سن ۶۳ ہجری میں یوم الحرہ کا مشورہ بلوۂ عام ہوا، جس میں ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے دونوں بیٹے (جو ان کے سابقہ شوہر میں سے تھے) بھی مارے گئے۔ دونوں بیٹوں کی لاشیں جب ام

المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے سامنے لا کر رکھ دی گئیں تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! ان دونوں بیٹوں کی موت میرے لیے بہت بڑی مصیبت بنی ہے۔ ان دونوں میں سے ایک تو اس جنگ میں شریک ہی نہیں تھا، بلکہ گھر پر ہی رہا۔ اس کے باوجود ظلماً (یعنی ناحق) مارا گیا۔ اس کے بارے میں مجھے قوی امید ہے کہ یہ جنت میں جائے گا۔ البتہ دوسرے نے جنگ میں حصہ لیا اور قتل ہو گیا۔ اس کے بارے میں میں کچھ نہیں کہہ سکتی کہ اس کا کیا انجام ہوگا؟ یہی وجہ ہے کہ میں اس حادثہ خونچکاں کو اپنے لیے بہت بڑی مصیبت سمجھتی ہوں۔'' پھر آپ رضی اللہ عنہا صبر و رضا کے ساتھ بیٹوں کے کفن دفن کے انتظامات میں مصروف ہو گئیں۔

ایک دوسری روایت کے مطابق وہ دونوں شہید بھائی آپ رضی اللہ عنہا کے بیٹے نہیں بلکہ پوتے تھے، اور وہ آپ رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی زینب رضی اللہ عنہا (جو ام سلمی رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہر ابو سلمہ رضی اللہ عنہ بن عبدالاسد مخزومی کی صلب سے تھیں) کے بیٹے تھے۔ یزید بن عبداللہ بن زمعہ اور کثیر بن عبداللہ (رضی اللہ عنہم) نامی ان دونوں بھائیوں کی واقعہ حرہ میں (ان حالات میں) شہادت سے زینب رضی اللہ عنہا کو فوری طور پر بہت صدمہ پہنچا۔ بیٹوں کی لاشیں آپ رضی اللہ عنہا کے سامنے آئیں تو انہوں نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر فرمایا:

''مجھے بڑی مصیبت کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، یہ کہ میرا ایک بیٹا تو میدان کارزار میں نہایت شجاعت سے لڑتا ہوا شہید ہوا ہے لیکن دوسرا بیٹا تو گھر میں مقیم تھا، ظالموں نے گھر میں گھس کر اسے بلا وجہ اور ناحق قتل کر ڈالا ہے۔''

پھر آپ رضی اللہ عنہا نے بڑے حوصلے اور صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے دونوں صاحبزادوں کے کفن و دفن کا انتظام و انصرام کیا۔

۴ اپنے بیٹے کے خلاف مومنہ ماں کے ایمانی جذبات

رقیقہ بنت ابی صیفی رضی اللہ عنہا کا شمار بڑی مرتبے والی صحابیات رسول ﷺ میں ہوتا ہے۔ یہ وہی صالح خاتون ہیں جنہیں کسی ذریعے سے یہ معلوم ہوا کہ کفار مکہ نبی ﷺ کو قتل کرنے جیسا ناپاک

منصوبہ تشکیل دے چکے ہیں، چنانچہ انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو قبل از وقت اطلاع دے دی کہ مکہ کے کفار و مشرکین نے آپ (ﷺ) کے قتل کا عزم صمیم کر لیا ہے اور اس سلسلہ میں وہ آپ (ﷺ) پر شبخون مارنے کا پروگرام بھی ترتیب دے چکے ہیں، اس لیے آپ ﷺ ممکن طور پر اپنی حفاظت کا سامان فرما لیجیے! چنانچہ نبی اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کے حکم سے راتوں رات مکہ سے مدینہ طیبہ کو ہجرت فرما گئے۔ یہ خاتون جب مشرف بہ اسلام ہوئیں، تب ان کا بیٹا مخرمہ ابھی حالت کفر پر ہی قائم تھا۔ بیٹا ہونے کی بناء پر مومن ماں نے کافر بیٹے کی اس روش کو ہنسی خوشی برداشت نہیں کیا بلکہ ماں کی مامتا پر ہمیشہ ایمانی جذبات غالب رہے اور رقیقہ رضی اللہ عنہا نے کفر و اسلام کی کشمکش میں اپنے بیٹے مخرمہ کے ساتھ انتہائی سخت روش روا رکھی، البتہ ساتھ ساتھ اپنے بیٹے کو کفر چھوڑ کر اسلام لانے کی مسلسل ترغیب بھی دیتی رہیں۔ بالآخر ماں کی مسلسل دعوت و تبلیغ کی کوششیں رنگ لاتی ہیں اور نتیجتاً بیٹا ماں کا کہنا مان کر ایمان لے آتا ہے۔

صحابیات رضی اللہ عنہن کے ایمان کا یہی وہ مقام ہے جس سے اسلام، کفر و شرک کے مراکز تک پھیلتا چلا گیا۔ اپنے ہوں یا پرائے، انہوں نے ہر جگہ دینی غیرت کا مظاہرہ کیا۔ اپنے عزیز ترین اور قریبی رشتہ داروں سے ان کے کفر کی بناء پر لاتعلقی اختیار کیے رکھی اور اپنے عقیدہ و دین پر آنچ نہیں آنے دی، رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ!

۵

ام مسطح رضی اللہ عنہا کی دینی غیرت

واقعہ افک میں جب منافقین نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر ناپاک بہتان لگایا تو جو سادہ لوح مسلمان ان کے دام فریب میں آ کر ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر اس بہتان بازی میں شریک ہو گئے تھے، ان میں مسطح رضی اللہ عنہ بن اثاثہ بھی شامل تھے۔ مسطح رضی اللہ عنہ نے جب غزوۂ بنو مصطلق سے واپس آ کر اپنی والدہ سے اس مبینہ واقعہ کا ذکر کیا تو نہ صرف انہوں نے اس الزام کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا بلکہ وہ اپنے بیٹے کی اس حرکت سے سخت ناراض ہو گئیں اور اس بارے میں انہوں نے شدید غم و غصہ کا اظہار کیا۔ ان کے ایمانی جذبات اس قدر شدید تھے کہ بیٹے کی اس